گوہرِ شب چراغ تھے

حضرت مولانا عبداللہ محمد الحسنی ندوی

دینی، علمی اور دعوتی حلقوں کو یہ جانکاہ اطلاع اس وقت اشک بار کرگئی جب ۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۰ جنوری ۲۰۱۳ء کو معروف عالم دین اور عظیم مبلغ حضرت مولانا محمد عبداللہ الحسنی ندوی گلشن حیات سے اپنا رشتہ منقطع کرکے وہاں چلے گئے جہاں سبھی کا آخری پڑاؤ ہے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبداللہ الحسنی ضلع رائے بریلی کے تکیہ کلاں میدان پور میں شہرت پذیر اس تقدس مآب سادات خانوادے کے گوہر شب چراغ تھے جن کے درو بام سے علم وعمل اور اصلاح وانقلاب کی شمع فروزاں ہوتی رہی ہے اور ملت اسلامیہ ہندیہ کو علم وحکمت کے انمول موتی ملتے رہے ہیں، وہ اس طلائی زنجیر کی کڑی تھے جس میں عبقریات کا ایک دور دراز زریں سلسلہ ہے، حضرت مرحوم کے والد گرامی مولانا سید محمد الحسنی عربی واردو زبان کے صاحب طرز ادیب اور شگفتہ نظم ونثر نگار تھے انہیں ماہنامہ ''البعث الاسلامی'' اور پندرہ روزہ تعمیر حیات کے بانی مدیر کے طور پر بھی یاد کیا جاتا ہے، آپ کے دادا حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالعلی شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے جن کی مثالی خدمات سے ایک زمانہ آشنا ہے، جبکہ چچا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ہیں جن کی شہرۂ آفاق زمانہ ساز شخصیت سے عالم اسلام نے خاطر خواہ اکتساب فیض کیا ہے، مولانا عبداللہ الحسنی کی تعلیم وتربیت کے بیشتر مراحل آپ ہی کی نگرانی میں طے ہوئے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فراغت پائی۔

آپ کی ذات والا صفات میں رب کریم نے ایسے محاسن وکمالات ودیعت فرمادیئے تھے جن سے آپ کی شخصیت کا فیض آب رواں کی شکل اختیار کر گیا تھا، ان کی زندگی کے قیمتی لمحات احقاق حق اور اشاعت دین کی پاکیزہ خدمت کرتے ہوئے گذرے، موصوف مرحوم نے اپنی صلاحیتوں کو ترقیات دین وملت ہی کا ذریعہ بنایا، وہ اگر چاہتے تو زرکشی کی بے شمار منزلیں طے کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے خاندانی بزرگوں کی انہیں روشن روایتوں کو آگے بڑھایا جن سے اس خاندان کی دیرینہ عظمتوں کی فلک بوس عمارتیں قائم ہیں۔ مفکر اسلام مولانا علی میاں ندویؒ کے صبر وقناعت اور استغناء کی چشم دید مثالیں تو زباں زد خاص وعام ہیں حضرت مولانا علی میاںؒ کا یہ وصف خاص بھی ان میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا، وہ ہر قسم کے صلہ وستائش سے بے پرواہ ہو کر ایسے پسماندہ علاقوں میں بھی کلمہ اور دعوت دین کی صدا بلند کرنے پہنچ جاتے جہاں بسا اوقات دوسروں کو تخلف ہوتا، ملک کا کونسا علاقہ ہوگا جہاں ان کے مضبوط قدموں کی دھمک سنائی نہ دی ہو۔ وہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر مشقت بھرے اسفار بھی سر کر لیتے اور خدا کے بندوں کو کفر وشرک اور الحاد ولادینیت سے بچانے اور نکالنے کی عملی تدابیر بروئے کار لانے میں کسی مداہنت یا مجاملت کا اسیر نہ ہوتے ہاں مگر اشتہار و پروپیگنڈہ سے ارادی طور پر انہیں پرہیز تھا اور وہ اسے دعوت الی اللہ کی حکمتوں کے منافی گردانتے تھے، بس اللہ علیم وخبیر ہی ان کی ان نیکیوں کا صلہ بخشنے والا ہے، انہوں نے اس مشن محمدی کو حرز جاں بنا کر جس طرح حکیمانہ کوششیں صرف کیں اور گم کردہ راہوں کو نشان منزل کا پتہ دیا اس سے ان کا نام اور کام ان شاء اللہ العزیز تادیر زندہ رہے گا اور مرحوم کے اخلاف وتلامذہ بھی اس مقدس فریضہ کی انجام دہی میں کوشاں رہیں گے۔

یادش بخیر موقوف علیہ کے سال جب ترجمان دیوبند کے مدیر نے اس کی خصوصی اشاعت ''مشاہیر دیوبند نمبر'' کی نوید سنائی اور خاکسار کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے

پوریؒ پر لکھنے کا پابند بنایا تو محترم مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی نائب مدیر تعمیر حیات لکھنؤ نے دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں آنے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں موجود اس نوعیت کی بعض دیگر نادر کتب سے بھی استفادہ کیا جاسکے، احقر کو یہ تجویز ازحد پسند آئی اور رمضان کا پہلا عشرہ وہاں گذارنے کی نیت سے رخت سفر باندھ لیا، چنانچہ وہاں حاضری ہوئی تو حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے بعد مولانا عبداللہ الحسنی سے ہی مناسبت ہوئی، واقعی نہایت متواضع، باوقار اور اثر آفریں شخصیت کے پیکر، نہایت کشادہ ظرفی سے علیک سلیک ہوئی، دیوبند ورائے پور کے تعلق سے محبت وعقیدت بھرے تذکرے آپ کی نوک زباں رہے، حضرت مدنیؒ کے بعض واقعات بھی ارشاد فرمائے، چنانچہ آپ سے ملاقات ہوتی رہی، ظہر بعد حسب معمول آپ اہل مجلس کو تہذیب الاخلاق پڑھ کر سناتے اور سامعین کی بھرپور رعایت کرتے ہوئے احیاء سنت، اثبات توحید اور کفر وشرک کی مذمت ایسے موثر اسلوب میں کرتے کہ ان کا سوز دروں اور عشق ومعرفت الٰہی کا خیر خواہانہ جذبہ حاضرین کو آنسوؤں کی لڑی بہانے پر مجبور کردیتا، ان کا بااثر طرز تخاطب اور کوثر وتسنیم سے دھلا دلنشیں بیان براہ راست دلوں کو اپیل کرتا، ان کی گفتگو حشو وزوائد سے پاک اور پرمغز ہوتی، بولتے تو موتی رولتے سامع ہمہ تن گوش رہتا اور حظ وافر حاصل کرتا۔

الغرض علم وعمل سے آراستہ ایسی بسا غنیمت ہستی سے بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کا جذبہ پروان چڑھا، پھر دیوبند آپ کی تشریف آوری پر مکرر ملاقاتیں رہیں لیکن کیا معلوم تھا کہ قلیل سی مدت میں شہرتوں اور وسیع دینی ودعوتی خدمات کے مراحل طے کرنے والا یہ ہر دل عزیز انسان عمر عزیز کے محض ۵۶ رسال پورے کرکے اپنے پردادا حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی طرح کم عمری میں عالم جاودانی کی طرف منتقل ہوجائے گا۔ تقبل اللہ حسناتہ وتجاوز عن زلاتہ۔ ان کے حادثۂ وفات کی

اطلاع جب آپ ہی کے ایک تلمیذ اور مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفر آباد کے استاذ مولانا ریاض احمد ندوی نے بذریعہ فون سنائی تو بے ساختہ زبان پر استرجاع کے کلمات جاری ہو گئے اور مدیر جامعہ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب مدظلہم کو بھی اس دل خراش حادثہ سے مطلع کیا گیا، آپنے ایصال ثواب کرا کے دعاء مغفرت کرائی اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے نام اپنے تعزیتی مکتوب میں اس تازہ صدمہ پر اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا، دعا ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرما کر جملہ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور امت کو ان کا نعم البدل مرحمت فرمائے آمین۔

(یہ مضمون ماہنامہ صدائے حق بابتہ ماہ مارچ، اپریل ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا)